قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابوسعید

Online Edition

سوموار 23 اگست 2021ء | 14 محرم 1443 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:199

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مَنۡ قَرَأَ الۡاٰیَتَیۡنِ مِنۡ اٰخِرِ سُوۡرَۃِ الۡبَقَرَۃِ فِیۡ لَیۡلَۃٍ کَفَتَاہُ۔

(لسان العرب زیر مادہ کفی)

ترجمہ: جس نے رات کے وقت سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات پڑھیں تو وہ اس کے لئے کافی ہوں گی۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

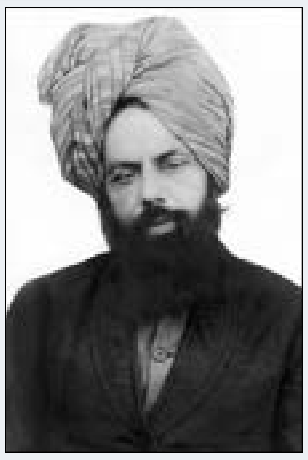

جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاق ترقی کریں۔ کیونکہ اَلۡاِسۡتِقَامَۃُ فَوۡقَ الۡکَرَامَۃِ مشہور ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر کوئی ان پر سختی کرے تو حتی الوسع اُس کا جواب نرمی اور ملاطفت سے دیں۔ تشدّد اور جبر کی ضرورت انتقامی طور پر بھی نہ پڑنے دیں۔ انسان میں نفس بھی ہے اور اُس کی تین قسم ہیں۔ امّارہ۔ لوّامہ۔ مطمئنّہ۔ امّارہ کی حالت میں انسان جذبات اور بے جا جوشوں کو سنبھال نہیں سکتا۔ اور اندازہ سے نکل جاتا اور اخلاقی حالت سے گر جاتا ہے۔ مگر حالت لوّامہ میں سنبھال لیتا ہے۔ مجھے ایک حکایت یاد آئی جو سعدی نے بوستان میں لکھی ہے کہ ایک بُزرگ کو کُتّے نے کاٹا۔ گھر آیا تو گھر والوں نے دیکھا کہ اُسے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ ایک بھولی بھالی چھوٹی لڑکی بھی تھی۔ وہ بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ اُس نے جواب دیا۔ بیٹی۔ اِنسان سے کُتّپن نہیں ہوتا۔ اسی طرح انسان کو چاہئے کہ جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کُتّپن کی مِثال صادق آئے گی۔ خدا کے مقرّبوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بُری طرح ستایا گیا۔ مگر اُن کو اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰہِلِیۡنَ (الاعراف:200) کا ہی خطاب ہوا۔ خود اُس انسان کامل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو بہت بُری تکلیفیں دی گئیں۔ اور گالیاں، بدزبانی اور شوخیاں کی گئیں۔ مگر اس خُلقِ مجسّم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا۔ اُن کے لئے دُعا کی۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزّت اور جان کو ہم صحیح سلامت رکھیں گے۔ اور یہ بازاری آدمی اُس پر حملہ نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضور کے مخالف آپ کی عزّت پر حرف نہ لا سکے۔ اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر آپ کے قدموں میں گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 102تا103ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

ارشادِ باری تعالیٰ

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ؕ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَ عَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَ اعۡفُ عَنَّا ٝ وَ اغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَ ارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۸۷﴾

(البقرہ: 287)

ترجمہ: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا اور اس کا وبال بھی اسی پر ہے جو اس نے (بدی کا) اکتساب کیا۔ اے ہمارے ربّ! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔ اور اے ہمارے ربّ! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر (ان کے گناہوں کے نتیجہ میں) تُو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے ربّ! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابل پر نصرت عطا کر۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے اور اس کا رحم اور بخشش مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا تو پھر ایمان میں یہ ترقی ہوتی ہے جو کافی ہوتی ہے اور عبادات اور نیک اعمال کی طرف پھر توجہ پیدا ہوگی۔ ورنہ اگر یہ خیال ہو کہ صرف آیات پڑھ لینا کافی ہے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمانے کے بعد کہ کسی نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جاتا پھر یہ کیوں کہا کہ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَعَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ۔ یعنی انسان اگر اچھا کام کرے گا تو اس کا فائدہ اٹھائے گا اور اگر برا کام کرے گا تو نقصان اٹھائے گا۔

صرف آیت کے یا ان آیات کے الفاظ دوہرا لینے سے تو مقصد پورا نہیں ہوتا بلکہ یہاں توجہ اس طرف کروائی کہ اپنی عبادتوں اور اپنے اعمال پر ہر وقت نظر رکھنی پڑے گی اور جب یہ توجہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر بھی اپنے بندے پر پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کے بندے کی ایمان میں ترقی اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر رہی ہوگی اور اس کی بخشش کا سامان کرے گی نہ کہ پھر جس طرح عیسائی کہتے ہیں اس کو کسی کفارے کی ضرورت ہوگی۔ پس روزانہ پھر جس طرح یہ آیت پڑھنے سے نیکیوں کے کمانے کی طرف توجہ رہے گی۔ ایک مومن رات کو جائزہ لے گا کہ کون کون سی نیکیاں مَیں نے کی ہیں اور کون کون سی برائیاں کی ہیں۔ پھر اگر نیکیوں کی زیادہ توفیق ملی

بقیہ صفحہ 9 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- جوشِ صداقت (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

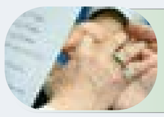

دربارِ خلافت

ان کے نزدیک یہ جادو کامیاب ہو رہا ہے تو پھر قرآنی دلیل کے مطابق یہ جادو نہیں بلکہ سچائی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اسی طرح حضرت مہر غلام حسن صاحب اپنی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ’’مَیں اور مولوی فیض دین صاحب بیٹھے تھے (کہ) ایک شخص بنام رحیم بخش صاحب قوم درزی یہاں آیا۔ آ کر کہنے لگا کہ مولوی صاحب! آج طبیعت بہت پریشان ہے۔ مَیں نے اُس کی وجہ پوچھی تو وہ بیان کرنے لگے کہ حامد شاہ ایک فرشتہ اور باخدا آدمی ہے۔ ہندو مسلمان اُن کی تعریف کرتے ہیں۔ (سب اُس کی تعریف کر رہے ہیں، چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان ہو۔) آج اُن سے (ایک) بہت (بڑی) غلطی ہوئی ہے۔ آج انہوں نے اپنے ماموں عمر شاہ کو کہا ہے کہ ماموں جان! آپ کا حضرت ابنِ مریم کے متعلق کیا خیال ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ بیٹا! میرا تو یہی مذہب ہے کہ وہ زندہ آسمان پر ہیں۔ کسی زمانے میں امتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے آئیں گے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ماموں صاحب! آج سے آپ میرے امام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ عقیدہ مشرکانہ ہے کہ ایک انسان کو حی و قیوم اور لازوال مانا جائے۔ دوسری بات یہ کہ سید و مولیٰ سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس عقیدے سے بڑی ہتک ہوتی ہے کہ وہ تو زمین میں مدفون ہوں اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اُٹھائے جائیں۔ عمر شاہ نے اس پر کہا کہ اچھا بیٹا آپ آگے کھڑے ہوا کریں اور مَیں پیچھے پڑھا کروں گا۔ (کہتے ہیں اُن کی یہ باتیں سنتے ہی) مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب! مَیں نے مان لیا ہے کہ مسیح مر گیا ہے۔ اگر مسیح زندہ رہیں تو توحید میں بڑا فرق آتا ہے۔ آپ یہ مت خیال کریں کہ احمدی ہوں۔ مَیں ابھی تک احمدی نہیں مگر مرزا صاحب کی یہ بات ضرور سچی ہے۔ مَیں کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی جائے۔ مولوی صاحب نے میرے منہ کے آگے ہاتھ رکھ دیا۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب! کیوں روکتے ہیں؟ مولوی صاحب نے کہا کہ اگر آپ کا عقیدہ ہو گیا ہے کہ مسیح مر گیا ہے تو اتنا جوش وخروش دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟ (ٹھیک ہے۔ آپ نے مان لیا تو آرام سے چپ کر کے بیٹھے رہیں۔ کہتے ہیں) مَیں نے کہا مولوی صاحب! مسجد سے نکلتے ہی مَیں منادی کرتا چلا جاؤں گا، (لوگوں کو بتاتا چلا جاؤں گا) کہ اگر حضرت عیسیٰ آسمان پر ہے تو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہتک ہے۔ یہ میری جان گوارا نہیں کرسکتی۔ مَیں نے جاتے ہی اپنے والد صاحب کو سمجھایا اور میرا بڑا بھائی غلام حسین جو عارف والے کا امیر جماعت ہے، (اُس وقت احمدی نہیں تھے) وہ دونوں (میری بات سن کر) جل کر آگ بگولہ ہو گئے۔ اور میرا نام دجال، ملعون وغیرہ رکھا۔ (کہتے ہیں) مجھے یہ خیال آیا کہ کل مجھ پر مولویوں کا حملہ ہو گا۔ مَیں نے رات کے وقت اس احمدی کو جس کو ہم نے مسجد سے روکا تھا، ایک نوکر کے ذریعہ بلایا (ابھی یہ احمدی نہیں ہوئے تھے لیکن اپنا عقیدہ بیان کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں مَیں نے جب عقیدہ بیان کیا تو پھر مجھے خیال آیا کہ والدین سے بھی اور بھائی سے بھی ڈانٹ ڈپٹ ہو چکی ہے، اب مولوی بھی میرے پیچھے پڑیں گے تو مَیں نے اُس احمدی کو بلوایا جس کو ہم نے اس وجہ سے مسجد سے نکالا تھا۔) مَیں نے اُسے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب نے وفات مسیح پر کوئی دلیل بھی دی ہے یا یونہی کہہ دیا ہے؟ اُس نے کہا کہ تیس آیات پیش کی ہیں۔ مَیں نے حیران ہو کر کہا کہ ہم دن رات قرآن پڑھتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ ایک ہی آیت ہمیں بتا دو۔ اُس نے ساتویں سپارے کی آیت ’’فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ‘‘ (المائدہ: 118) بتا دی۔ مَیں نے کہا کہ اب میری تسلی ہو گئی۔ اب کوئی مولوی میرا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ فجر کے وقت مولوی غلام حسن صاحب اور مولوی فیض دین صاحب اور دو تین اور آدمی میرے بھائی کے ہمراہ آئے۔ مَیں مسجد کے دروازے میں کھڑا تھا کہ یہ جا پہنچے۔ مولوی غلام حسن نے کہا کہ مسیح کے آپ کیوں دشمن ہوئے ہیں؟ مَیں نے کہا مولوی صاحب! میں نے کیا دشمنی کی؟ وہ کہنے لگے کہ آپ کا بھائی کہتا ہے کہ یہ مسیح کی موت کا قائل ہو گیا ہے۔ (یعنی اُس بھائی نے یہ شکایت کی تھی۔ تو) مَیں نے کہا مولوی صاحب! کیا کریں وہ تو خود اپنی موت کا اقرار کر رہا ہے اور آپ کی مثال مدعی سست اور گواہ چست کی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ (یہ) کہاں لکھا (ہوا) ہے (کہ مسیح نے اپنی وفات کا خود اقرار کیا ہے۔) مَیں نے کہا قرآن میں۔ وہ کہنے لگے (کہ) کونسا قرآن؟ جو مرزا صاحب نے بنا دیا؟ میں نے کہا مولوی صاحب ذرا ہوش سے بولیں۔ خدا پر حملہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) تو فرماتا ہے کہ میرے قرآن کی کوئی مثل نہیں لا سکتا اور آپ یہ کہہ رہے ہیں (کہ مرزا صاحب نے قرآنِ کریم بنا دیا، کچھ تو ہوش کریں۔) کہنے لگے کہاں لکھا ہے؟ مَیں نے ساتویں پارے کی آیت پڑھی۔ کہنے لگے ہم تمہیں ایک ہی گُر بتاتے ہیں کہ ان

بقیہ صفحہ 9 پر

جوشِ صداقت

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دِل میں آتا ہے مِرے سَو سَو اُبال

آنکھ تر ہے دِل میں میرے درد ہے
کیوں دِلوں پر اِس قدر یہ گرد ہے

دِل ہوا جاتا ہے ہر دم بے قرار
کِس بیاباں میں نکالوں یہ بخار

ہو گئے ہم دَرد سے زیر و زبر
مَر گئے ہم پر نہیں تم کو خبر

آسماں پر غافلو اِک جوش ہے
کچھ تو دیکھو گر تمہیں کچھ ہوش ہے

ہو گیا دِیں کفر کے حملوں سے چُور
چُپ رہے کب تک خداوند غیور

اِس صَدی کا بیسواں اب سال ہے
شِرک و بِدعت سے جہاں پامال ہے

بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے
اِفترا کی کب تلک بنیاد ہے

وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اِک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

لعنتی ہوتا ہے مردِ مُفتری
لعنتی کو کب ملے یہ سروَری

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 20/ اگست 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

☆…وہ مسلمان جو بلاوجہ جنگ کرنے کا جواز پیش کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں دونوں کے لیے جواب آ گیا کہ مسلمانوں نے کبھی زمینیں حاصل کرنے کے لیے یا ملک فتح کرنے کے لیے جنگیں نہیں کیں

☆…ایرانی فتوحات میں قادسیہ، جلولاء اور نہاوند اِن تین معرکوں کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے

☆…تین مرحومین 1۔مکرم محمد دیانتونو صاحب مبلغ سلسلہ انڈونیشیا ،2۔مکرم صاحبزادہ فرحان لطیف صاحب آف شکاگو امریکہ اور 3۔مکرم ملک مبشر احمد صاحب لاہور سابق امیر جماعت داؤدخیل میانوالی کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 20/اگست 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت صہیب احمد صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمرؓ کے دَورِ خلافت میں جو جنگیں لڑی گئیں اُن کا ذکر چل رہا تھا۔ ان میں ایک جنگ، جنگِ جندی سابور ہے، سابور خوزستان کا ایک شہر تھا۔ جب حضرت ابوسبرۃ بن رھم ساسانی بستیوں کی فتح سے فارغ ہوئے تو آپ لشکر کے ساتھ آگے بڑھے۔ صبح شام دشمن کے ساتھ معرکے ہو رہے تھے لیکن دشمن اپنی جگہ ڈٹا ہوا تھا۔ ایک روز کسی عام مسلمان کی طرف سے امان دیے جانے کی بات ہوئی جسے دشمن نے فوراً قبول کرلیا اور شہر کے دروازے کھول دیے۔ جب مسلمانوں نے دشمن سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں نے ہمیں امان دی ہے اور ہم نے اسے قبول کیا ہے۔مسلمانوں نے کہا کہ ہم نے تو ایسا نہیں کیا، تاہم بعد میں تحقیق سے علم ہوا کہ ایک غلام کی جانب سے یہ بات کی گئی ہے۔حضرت مصلح موعودؓ اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپؓ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک مسلمان زبان دے بیٹھے تو مَیں اس کو جھوٹا کر دوں۔ اب وہ حبشی جو معاہدہ کر چکا ہے وہ تمہیں ماننا پڑے گا۔ہاں! آئندہ کے لیے اعلان کر دو کہ سوائے کمانڈر اِن چیف کے اَور کوئی کسی قوم سے معاہدہ نہیں کرسکتا۔

فتحِ ایران کی وجوہات کے ذکر میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ کی یہ قلبی خواہش تھی کہ عراق اور اہواز کے معرکوں پر ہی اس خون ریز جنگ کا خاتمہ ہوجائے مگر ایرانی حکومت کی مسلسل جنگی کارروائیوں نے آپؓ کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔سترہ ہجری میں محاذِ جنگ سے سردارانِ لشکر کا ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے مفتوحہ علاقوں میں بار بار بغاوت کی وجہ دریافت کی اور اس شبہ کا اظہار فرمایا کہ مسلمان مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے لیے ضرور تکلیف کا باعث بنتے ہوں گے۔تمام سرداروں نے اس امر کی تردید کی اور احنف بن قیس نے کہا کہ امیرالمومنین! آپ نے تو ہمیں مزید پیش قدمی سے روک دیا ہے مگر ایران کا بادشاہ جب تک زندہ موجود ہے وہ ہم سے مقابلہ جاری رکھیں گے۔آپؓ کے حکم کے مطابق ہم نے کسی علاقے کو خود نہیں لیا بلکہ دشمن کے حملہ آور ہونے کے باعث فتح کیا ہے۔ دشمن کا یہ رویّہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک آپؓ ہمیں اس امر کی اجازت نہ دیں کہ ہم فوج کشی کرکے فارس کے بادشاہ کو نکال دیں۔حضرت عمرؓ نے اس رائے کو صائب قرار دیا مگر پھر بھی اس کا عملی فیصلہ آپؓ نے 21/ہجری میں نہاوند کے معرکے کے بعد کیا۔حضورِ انور نے فرمایا کہ یہاں وہ مسلمان جو بلاوجہ جنگ کرنے کا جواز پیش کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں دونوں کے لیے جواب آ گیا کہ مسلمانوں نے کبھی زمینیں حاصل کرنے کے لیے یا ملک فتح کرنے کے لیے جنگیں نہیں کیں۔

ایرانی فتوحات میں قادسیہ، جلولاء اور نہاوند اِن تین معرکوں کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔نہاوند کی جنگ ایرانیوں کی طرف سے حملے کی آخری کوشش تھی۔ نہاوند صوبہ ہمدان کے دارالحکومت ہمدان سے تقریباً ستّر کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔ شاہِ ایران یزدجرد نے بڑی سرگرمی سے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے اپنے خطوط کے ذریعے خراسان سے سندھ تک ایک حرکت پیدا کردی۔ ہر طرف سے ایرانی فوج اُمڈ کر نہاوند میں جمع ہونے لگی۔حضرت سعدؓ نے اس لشکر کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی آپؓ نے حضرت سعدؓ کو سبک دوش کرکے یہ اہم عہدہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیا۔مدینے میں حضرت عمرؓ نے مشاورت کے لیے جلیل القدر صحابہ کو جمع کیا۔حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کو حجاز کی افواج کے ساتھ خود روانہ ہونے نیز شام، یمن اور کوفہ سے فوجیں نہاوند منگوانے کا مشورہ دیا۔ دیگر صحابہ نے تو اس مشورے کو پسند فرمایا تاہم حضرت علیؓ نے اس رائے کا اظہار کیا کہ اگر آپؓ خود روانہ ہوئے تو مسلمان آپؓ کی معیت کے لیے اُمڈ پڑیں گے اور یوں ایک بڑا خطرہ یہاں پیدا ہوجائے گا۔پس آپؓ مسلم صوبہ جات کو یہ پیغام بھیجیے کہ وہ فوج کا ایک ایک حصّہ ایران روانہ کریں اور بقیہ فوج اپنے اپنے علاقے کی حفاظت کے لیے وہیں موجود رہے۔حضرت عمرؓ نے اس مشورے کو پسند کرتے ہوئے حضرت نعمان بن مقرنؓ کو لشکر کا کمانڈر مقرر فرمایا۔آپؓ نے حضرت نعمانؓ کو کوفہ خط لکھ کر فرمایا کہ نہاوند میں ایرانیوں کا ایک زبردست لشکر جمع ہوا ہے۔تم اپنے ساتھی مسلمانوں کو لے کر اس لشکر کے مقابلے کے لیے روانہ ہوجاؤ۔

اس حکم کی تعمیل میں حضرت نعمانؓ دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے، آپ کی معیت میں بعض ممتاز، بہادر مسلمان بھی اس معرکے میں شامل ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے ہدایت فرمائی کہ اگر نعمان شہید ہوجائیں تو حذیفہ بن یمان اور ان کے بعد جریر بن عبداللہ بَجلی،، پھر مغیرہ بن شعبہ، پھر اشعث بن قیس امیر ہوں۔حضرت نعمان نے جاسوسوں کے ذریعے یہ معلوم کرلیا کہ نہاوند تک راستہ صاف ہے۔مؤرخین نے ایرانی لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار اور ایک لاکھ لکھی ہے تاہم بخاری میں تعداد چالیس ہزار بیان کی گئی ہے۔ دشمن کے مطالبے پر گفتگو کے لیے حضرت مغیرہ بن شعبہ تشریف لے گئے۔ ایرانیوں نے بڑی شان وشوکت سے مجلس منعقد کی اور ایرانی سپہ سالار نے پرانی روِش کے مطابق اہلِ عرب کی زندگی کے ہر پہلو کا تحقیر آمیز نقشہ کھینچا۔حضرت مغیرہ نے جواباً فرمایا کہ اب وہ زمانہ گیا، رسول اللہ ﷺ کی بعثت نے عرب کا نقشہ بدل دیا ہے۔ بہرحال یہ سفارت ناکام ہوئی۔

جنگ کی ابتدا میں جھڑپیں شروع ہوئیں تو میدانِ جنگ کی صورتِ حال مسلمانوں کے لیے نہایت ضرررساں تھی۔ دشمن خندقوں، قلعوں اور مکانوں کی وجہ سے محفوظ تھا۔مسلمان کھلے میدان میں تھے۔ دشمن جب مناسب دیکھتا باہر نکل کر اچانک حملہ کر دیتا۔ان تشویش ناک حالات میں اسلامی لشکر کے امیر نعمان بن مقرن نے مشورے کے لیے مجلس منعقد کی۔مختلف مشوروں کے بعد طلیحہ کی طرف سے یہ رائے سامنے آئی کہ دشمن کی طرف ایک چھوٹا سا رسالہ روانہ کیا جائے جو تیراندازی کے ذریعے جنگ کو بھڑکائے۔ جب دشمن مقابلے کے لیے نکلے تو رسالہ یوں ظاہر کرے گویا وہ پسپا ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ فتح کی طمع میں دشمن مزید پیش قدمی کرے گا اور جب وہ باہر کھلے میدان میں آئے گا تو ہم اچھی طرح اس سے نمٹ لیں گے۔حضرت نعمانؓ نے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حضرت قعقاعؓ کا انتخاب کیا۔ انہوں نے طلیحہ کی تجویز پر عمل کیا تو بعینہٖ ویسا ہی ظہور میں آیا جو طلیحہ کا خیال تھا۔حضرت نعمانؓ عاشقِ رسول تھے اور حضور ﷺ کا یہ طریق تھا کہ اگر صبح جنگ شروع نہ ہوتی تو پھر زوال کے بعد لڑائی کا اقدام فرماتے۔ جب دشمن کی فوج آگے بڑھتی ہوئی اسلامی لشکر کے قریب پہنچ گئی تو کئی مسلمان سپاہی مقابلے کے لیے بے قرار ہو کر حضرت نعمان کے پاس اجازت طلب کرنے پہنچے۔حضرت نعمان نے اجازت نہ دی، کئی اہم سرداروں نے بھی آپ کو مقابلے کی اجازت دینے کا مشورہ دیا لیکن آپ صبر کی تلقین کرتے رہے۔ دوپہر ڈھلنے کے بعد حضرت نعمان نے سارے لشکر کا چکر لگایا پھر نہایت دردناک الفاظ میں تقریر کی اور اپنی شہادت کے لیے دعا کی جسے سن کر لوگ رونے لگے۔حکمتِ عملی کے مطابق موقع آنے پر مسلمان دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے۔حضرت نعمان نہایت بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے لیکن حضرت حذیفہ بن یمان اور نعیم بن مقرن نے جنگ کا نتیجہ نکلنے تک آپ کی شہادت کو مخفی رکھا۔ایک اَور روایت میں معقل سے مروی ہے کہ فتح کے بعد مَیں حضرت نعمان کے پاس آیا اُن میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ مَیں نے ان کے دریافت کرنے پر بتایا کہ اللہ کی طرف سے فتح عطا ہوگئی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ کو اطلاع کر دو۔

حضرت عمرؓ نہایت بے قراری سے جنگ کے نتیجے کے منتظر تھے، قاصد نے فتح کی خبر سنائی تو آپؓ نے نعمان کی خیریت پوچھی اور وفات کا سن کر آپؓ کو دلی صدمہ ہوا۔نہاوند کی فتح اپنے نتائج کے لحاظ سے نہایت اہم فتح تھی۔

نہاوند کے بعد 21/ہجری میں اصفہان فتح ہوا۔مسلمانوں کی طرف سے اس مہم کی کمان عبداللہ بن عبداللہ یا عبداللہ بن بدیل ورقاء خزاعی کے سپرد تھی۔ نہاوند کے بعد مسلمانوں نے ہمذان فتح کیا لیکن ہمذان والوں نے معاہدہ توڑتے ہوئے بغاوت کر دی۔حضرت عمرؓ نے نعیم بن مقرن کو 12 ہزار کے لشکر کے ساتھ بغاوت کو کچلنے کی ہدایت فرمائی۔ایک سخت معرکے کے بعد مسلمانوں نے شہر فتح کرلیا۔

خطبے کے آخری حصّے میں حضورِ انور نے درج ذیل مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

1۔مکرم محمد دیانتونو صاحب مبلغِ سلسلہ انڈونیشیا جو 15 جولائی کو 46سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

2۔مکرم صاحبزادہ فرحان لطیف صاحب آف شکاگو امریکہ۔آپ 45برس کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔مرحوم کو شکاگو جماعت میں بطور آڈیٹر بڑی خوش اسلوبی سے فرائض ادا کرنے کی توفیق ملی۔

3۔ مکرم ملک مبشر احمد صاحب لاہور سابق امیر جماعت داؤدخیل میانوالی۔آپ 21/نومبر 2020ء کو وفات پا گئے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆…☆…☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 30؍ جولائی 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

آپؐ نے پھر اللہ کا نام لے کر کدال چلائی اور پھر ایک شعلہ نکلا جس پر آپؐ نے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا اس دفعہ مجھے فارس کی کنجیاں دی گئی ہیں اور مدائن کے سفید محلات مجھے نظر آرہے ہیں

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

مدائن، مَاسَبَذَانْ اور خُوْزَسْتَان کی فتح نیز جنگِ جَلُولَاء، رامَھرمزاور تُستر میں پیش آمدہ واقعات کا بصیرت افروز بیان

پانچ مرحومین: مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ اہلیہ محمد سعید صاحب (لاہور)، مکرم داؤد سلیمان بٹ صاحب (جرمنی)،

مکرمہ زاہدہ پروین صاحبہ اہلیہ غلام مصطفیٰ اعوان صاحب (ڈھپئی ضلع سیالکوٹ)، مکرم رانا عبدالوحید صاحب (لندن)، مکرم الحاج میر محمد علی صاحب (بنگلہ دیش) کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا اور آپؓ کے زمانے کی جو جنگیں تھیں ان کا ذکر ہو رہا تھا۔ مدائن کی فتح کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے علم سے فرمائی تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

’’خندق کھودتے کھودتے ایک جگہ سے ایک پتھر نکلا جو کسی طرح ٹوٹنے میں نہ آتا تھا اور صحابہ کا یہ حال تھا کہ وہ تین دن کے مسلسل فاقہ سے سخت نڈھال ہو رہے تھے۔ آخر تنگ آکر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک پتھر ہے جو ٹوٹنے میں نہیں آتا۔ اس وقت آپؐ کا بھی یہ حال تھا کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا مگر آپؐ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور ایک کدال لے کر اللہ کا نام لیتے ہوئے اس پتھر پر ماری۔ لوہے کے لگنے سے پتھر میں سے ایک شعلہ نکلا جس پر آپؐ نے زور کے ساتھ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا کہ مجھے مملکت شام کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! اس وقت شام کے سرخ محلات میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اس ضرب سے وہ پتھر کسی قدر شکستہ ہو گیا۔ دوسری دفعہ آپؐ نے پھر اللہ کا نام لے کر کدال چلائی اور پھر ایک شعلہ نکلا جس پر آپؐ نے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا اس دفعہ مجھے فارس کی کنجیاں دی گئی ہیں اور مدائن کے سفید محلات مجھے نظر آرہے ہیں۔ اس دفعہ پتھر کسی قدر زیادہ شکستہ ہو گیا۔ تیسری دفعہ آپؐ نے پھر کدال ماری جس کے نتیجہ میں پھر ایک شعلہ نکلا اور آپؐ نے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور فرمایا اب مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! صنعاء کے دروازے مجھے اس وقت دکھائے جارہے ہیں۔ اس دفعہ وہ پتھر بالکل شکستہ ہو کر اپنی جگہ سے گر گیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقعہ پر بلند آواز سے تکبیر کہی اور پھر بعد میں صحابہؓ کے دریافت کرنے پر آپؐ نے یہ کشوف بیان فرمائے اور مسلمان اس عارضی روک کو دور کر کے پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔‘‘ یعنی پتھر توڑنے کا جو کام تھا (اسے کر کے) پھر کام میں مصروف ہو گئے، پھر خندق کی کھدائی شروع ہو گئی۔

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نظارے عالم کشف سے تعلق رکھتے تھے۔ گویا اس تنگی کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مسلمانوں کی آئندہ فتوحات اور فراخیوں کے مناظر دکھا کر صحابہؓ میں امید و شگفتگی کی روح پیدا فرمائی مگر بظاہر حالات یہ وقت ایسا تنگی اور تکلیف کا وقت تھا کہ منافقین مدینہ نے ان وعدوں کو سن کر مسلمانوں پر پھبتیاں اڑائیں کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی طاقت نہیں اور قیصر و کسریٰ کی مملکتوں کے خواب دیکھے جارہے ہیں مگر خدا کے علم میں یہ ساری نعمتیں مسلمانوں کے لئے مقدر ہو چکی تھیں۔ چنانچہ یہ وعدے اپنے اپنے وقت پر یعنی کچھ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں اور زیادہ تر آپؐ کے خلفاء کے زمانہ میں پورے ہو کر مسلمانوں کے ازدیادِ ایمان و امتنان کا باعث ہوئے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیین از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 577-578)

مدائن کی فتح کا جو وعدہ ہے یہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت سعدؓ کے ہاتھوں پورا ہوا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا تھا کہ مدائن فتح ہو گا۔ یہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں پورا ہوا۔ قادسیہ کو فتح کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے بابل کو فتح کیا۔ بابل موجودہ عراق کا قدیم شہر تھا۔ بابل کو فتح کرنے کے بعد کُوْثٰی نام کے ایک تاریخی شہر کے مقام پر پہنچے۔ کُوْثٰی بابل کا نواحی علاقہ ہے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے قید کیا تھا اور قید خانے کی جگہ اُس وقت تک محفوظ تھی۔ حضرت سعدؓ جب وہاں پہنچے اور قید خانے کو دیکھا تو قرآن کریم کی آیت پڑھی۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (آل عمران:141) یعنی یہ دن ایسے ہیں کہ ہم انہیں لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ کُوْثٰی سے آگے بڑھے تو بَھُرَ سِیْرنامی ایک جگہ پر پہنچے۔ یہ عراق کے شہر مدائن کے اس حصہ کا نام ہے جو دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ یہاں کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا۔ حضرت سعدؓ کا لشکر قریب پہنچا تو انہوں نے اس درندے کو لشکر پر چھوڑ دیا۔ شیر گرج کر لشکر پر حملہ آور ہوا۔ حضرت سعدؓ کے بھائی ہاشم بن ابی وقاص لشکر کے ہراول دستے کے افسر تھے۔ انہوں نے شیر پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر اس کے بعد مدائن کا معرکہ بھی ہوا۔ مدائن بھی عراق میں ہے اس کی location یہ ہے کہ بغداد سے کچھ فاصلے پر جنوب کی طرف دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ اس کا نام مدائن رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ کیونکہ یہاں یکے بعد دیگرے کئی شہر آباد ہوئے تھے اس لیے عربوں نے اسے مدائن یعنی کئی شہروں کا مجموعہ کہنا شروع کر دیا۔ مدائن کسریٰ کا پایہ تخت تھا۔ یہاں پر اس کے سفید محلات تھے۔ مسلمانوں اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے دریا کے تمام پل توڑ دیے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت سعدؓ نے کشتیاں تلاش کیں کہ وہ دریا کو عبور کر سکیں لیکن معلوم ہوا کہ وہ لوگ کشتیوں پر قابض ہو چکے ہیں۔ حضرت سعدؓ چاہتے تھے کہ مسلمان دریا عبور کریں لیکن وہ مسلمانوں کی ہمدردی میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ چند دیہاتی لوگوں نے بھی دریا عبور کرنے کا راستہ بتایا کہ اس جگہ سے چلے جائیں تو آسانی سے کر سکتے ہیں تاہم حضرت سعدؓ نے اس پر بھی عمل نہیں کیا۔ اسی دوران دریا میں طغیانی بھی آ گئی۔ ایک رات آپؓ کو خواب دکھایا گیا کہ مسلمانوں کے گھوڑے پانی میں داخل ہوئے ہیں اور دریا کو پار کر لیا ہے حالانکہ وہاں طغیانی بھی ہے۔ اس خواب کی تکمیل میں حضرت سعدؓ نے دریا کو عبور کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ حضرت سعدؓ نے فوج سے کہا کہ مسلمانو! دشمن نے دریا کی پناہ لے لی ہے۔ آؤ اس کو تیر کر پار کریں اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ حضرت سعدؓ کے سپاہیوں نے اپنے قائد کی پیروی کرتے ہوئے گھوڑے دریا میں ڈال دیے اور اسلامی فوجیں دریا کے پار اتر گئیں۔ مقابل فوج نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو خوف سے چیخنے لگے اور بھاگ کھڑے ہوئے کہ ’’دیوان آمدند! دیوان آمدند!‘‘ یعنی دیو آ گئے۔ دیو آ گئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر شہر اور کسریٰ کے

محلات پر قبضہ کرلیا۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہی کسریٰ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو وہاں سے منتقل کر دیا تھا چنانچہ مسلمانوں نے آسانی کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے پتھر پر کدال مارتے ہوئے فرمائی تھی کہ مجھے مدائن کے سفید محلات گرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ ان محلات کو سنسان حالات میں دیکھ کر حضرت سعدؓ نے سورۂ دخان کی یہ آیات پڑھیں کہ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (الدخان:26-29) کتنے ہی باغات اور چشمے ہیں جو انہوں نے پیچھے چھوڑے اور کھیتیاں اور عزت واحترام کے مقام بھی اور ناز ونعمت جس میں وہ مزے اڑایا کرتے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو اس نعمت کا وارث بنا دیا۔

حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ شاہی خزانہ اور نوادرات کو ایک جگہ پر جمع کیا جائے۔ اس خزانے میں بادشاہوں کی یادگاریں جو کہ ہزاروں کی تعداد میں تھیں جن میں زرہیں، تلواریں، خنجر، تاج اور شاہی ملبوسات شامل تھے۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا جس پر چاندی کا زین تھا اور سینے پر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ اسی طرح چاندی کی ایک اونٹنی تھی جس پر سونے کی پالان تھی اور مہار میں بیش قیمت یاقوت پروئے ہوئے تھے۔ مالِ غنیمت میں ایک فرش بھی تھا جس کو ایرانی ''بہار'' کہتے تھے۔ اس کی زمین سونے کی اور درخت چاندی کے اور پھل جواہرات کے تھے۔ یہ تمام سامان فوج نے اکٹھا کیا لیکن مسلمان سپاہی ایسے راست باز اور دیانت دار تھے، یہاں مسلمان سپاہیوں کی دیانتداری کا پتہ لگتا ہے کہ جس نے جو چیز پائی اسی طرح لا کر افسر کے پاس حاضر کر دی۔ چنانچہ جب سامان لا کر سجایا گیا اور دور دور تک میدان جگمگا اٹھا تو حضرت سعدؓ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی اور کہا کہ جن لوگوں نے ان نوادرات میں سے کچھ لیا نہیں بلاشبہ انتہا کے دیانت دار ہیں۔ مالِ غنیمت حسبِ قاعدہ تقسیم ہو کر پانچواں حصہ دربارِ خلافت میں بھیجا گیا۔ فرش اور قدیم یادگاریں اس حالت میں بھیجی گئیں کہ اہل عرب ایرانیوں کے جاہ وجلال اور اسلام کی فتح واقبال کا تماشا دیکھیں۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب یہ سامان چنے گئے تو ان کو بھی فوج کی دیانت اور استغنا پر حیرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے بھی بڑی حیرت کا اظہار کیا کہ کتنے ایماندار سپاہی ہیں۔ مُحَلِّم نام ایک شخص مدینہ میں تھا جو دراز قد اور خوبصورت تھا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نوشیرواں کے ملبوسات اس کو لا کر پہنائے جائیں۔ یہ ملبوسات مختلف حالتوں کے تھے۔ چنانچہ تمام ملبوسات اسے باری باری پہنائے گئے۔ ان ملبوسات کی خوبصورتی کو دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ اس طرح وہ فرش جس کا نام ''بہار'' تھا اس کو بھی تقسیم کروا دیا گیا۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 413 تا 417 دار المعرفہ بیروت 2007ء)
(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 100 تا 103 ادارہ اسلامیات 2004ء)
(ماخوذ از تاریخ طبری مترجم جلد دوم حصہ دوم صفحہ 388 نفیس اکیڈمی کراچی 2004ء)
(معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۵۵۳، جلد ۵ صفحہ ۸۸،۸۹)

پھر جنگ جَلُولاء ہے جو 16ر ہجری میں لڑی گئی۔ مدائن کی فتح کے بعد ایرانیوں نے جَلُولاء میں جمع ہو کر مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت سعدؓ نے ہاشم بن عُتْبہ کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ حضرت عمرؓ کے حکم پر ایرانی لشکر سے مقابلے کے لیے بھیجا۔ جَلُولاء عراق کا شہر ہے جو بغداد سے خراسان جاتے ہوئے راہ پر پڑتا ہے۔ یہاں مسلمانوں اور فارسیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ مسلمان جب یہاں پہنچے تو انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مہینوں محاصرہ رہا۔ ایرانی وقتاً فوقتاً قلعہ سے باہر نکل کر حملہ آور ہوتے رہے۔ اس طرح اسّی (80) معرکے ہوئے۔ مسلمانوں نے جَلُولاء کی فتوح کا حال حضرت عمرؓ کو لکھا اور یہ بھی لکھا کہ حضرت قَعْقَاعْ حُلْوَان میں خیمہ زن ہیں۔ نیز خط میں حضرت عمرؓ سے اہلِ عجم کا تعاقب کرنے کی اجازت مانگی گئی مگر آپؓ نے یہ بات منظور نہیں کی کہ تعاقب نہیں کرنا۔ پیچھے نہیں جانا بلکہ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ سوادِ عراق اور ایران کے پہاڑ کے درمیان دیوار حائل ہوتی تا کہ نہ ایرانی ہماری طرف آتے اور نہ ہم ان کے علاقوں میں جاتے۔ ہمارے لیے سوادِ عراق کا دیہاتی علاقہ کافی ہے۔ میں مالِ غنیمت حاصل کرنے پر مسلمانوں کی سلامتی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس بات کا مجھے کوئی شوق نہیں کہ مالِ غنیمت اکٹھا کروں۔ مسلمانوں کی، ان کی جان کی حفاظت زیادہ ضروری ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت سعدؓ نے قُضَاعِی بن عَمرو دُؤَلی کے ہاتھ خمس میں سے سونے چاندی کے برتن اور کپڑے اور اَبُومُفَزِّر اَسْوَد کے ہاتھ قیدی بھجوائے۔ دوسری روایت کے مطابق خمس قُضَاعِی اور اَبُومُفَزِّر کے ہاتھوں بھیجا گیا تھا اور اس کا حساب زیاد بن ابوسُفیان کے ذریعہ بھیجا گیا کیونکہ وہ حساب کتاب کے منشی تھے اور اسے رجسٹروں میں محفوظ رکھتے تھے۔ جب یہ سارا کچھ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو زِیاد نے مالِ غنیمت کے بارے میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کی اور اس کی تمام تفصیلات کہہ سنائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا تم مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو بیان کر سکتے ہو۔ یہ تفصیلات جو مجھے بتا رہے ہو۔ زیاد نے جواب دیا خدا کی قسم! روئے زمین پر آپؓ سے زیادہ میرے دل میں کسی کا ڈر نہیں اور جب آپ کے سامنے میں نے بیان کر دیا تو اوروں کے سامنے کیوں نہیں بیان کر سکوں گا۔ چنانچہ حضرت زِیاد نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تمام حالات بیان کیے اور مسلمانوں نے جو کارنامے سرانجام دیے تھے ان کا بھی ذکر کیا کہ کس طرح جنگ ہوئی، کس طرح مالِ غنیمت ہاتھ آیا، نیز کہا مسلمان اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ وہ دشمن کے ملک میں آگے تک دشمنوں کا تعاقب کریں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی تقریر سن کر فرمایا: یہ بہت بڑا صاحبِ لسان خطیب ہے۔ زِیاد نے کہا: ہماری فوج نے اپنے کارناموں کے ذریعہ ہماری زبان کھول دی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس خُمس پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا: یہ اس قدر کثیر مالِ غنیمت ہے کہ کسی چھت تلے نہ سما سکے گا۔ لہٰذا میں بہت جلد اس کو تقسیم کر دوں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور عبداللہ بن ارقم مسجد کے صحن میں اس مال کی رات بھر چوکیداری کرتے رہے۔ مال آیا مسجد کے صحن میں رکھا گیا تو یہ دو صحابہ اس کی حفاظت کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ لوگوں کے ساتھ مسجد میں آئے اور مالِ غنیمت سے کپڑا اٹھایا گیا تو آپؓ نے یاقوت، زَبَرجَد اور بیش قیمت جواہرات دیکھے اور رو پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا: اے امیر المومنینؓ! آپؓ کیوں رو رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ تو شکر کا مقام ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اس چیز نے نہیں رلایا۔ اللہ کی قسم! اللہ جس قوم کو یہ عطا فرماتا ہے تو ان میں آپس میں حسد اور بغض بڑھ جاتا ہے۔ اس خیال نے مجھے رلایا ہے کہ یہ دولت جو تمہارے پاس آ رہی ہے اس سے کہیں تم لوگوں کے درمیان بھائی چارے کی بجائے حسد اور بغض نہ بڑھ جائے اور جس قوم میں آپس میں حسد بڑھ جائے تو ان میں پھر خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 468 تا 471 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)
(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 420، 421 دار المعرفہ بیروت 2007ء)
(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 104 ادارہ اسلامیات 2004ء)

یہ بڑے غور اور فکر والی بات ہے اور یہ استغفار کرنے والی بات بھی ہے یہ جو آپؓ نے بیان فرمائی ہے اور یہی ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں میں حسد اور بغض دولت کے آنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی چلا گیا۔ جن کے پاس تیل کی دولت ہے ان میں بھی ہے یا انفرادی طور پر دیکھیں تو جس کے پاس کچھ اور دولت آئی ہے تب بھی یہی حال ہے۔ تقویٰ میں کمی ہے۔

مدائن کی جنگ کے دوران شاہ ایران یَزْدَجَرْد اپنا پایہ تخت مَدَائن چھوڑ کر اپنے خاندان اور ملازمین کے ہمراہ حُلْوَان کو روانہ ہو گیا تھا۔ یَزْدَجَرْد کو جَلُولاء کی شکست کی خبر پہنچی تو وہ حلوان چھوڑ کر رَے کو روانہ ہوا اور خُسْرُوشَنُوْم کو جو ایک معزز افسر تھا چند رسالوں کے ساتھ حُلْوَان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا، کچھ فوجی دستوں کے ساتھ وہاں چھوڑ دیا۔ حضرت سعدؓ خود جَلُولاء میں ٹھہرے اور قَعْقَاع کو حُلْوَان کی طرف روانہ کیا۔ قَعْقَاع قصرِ شیریں کے قریب پہنچے جو حُلْوَان سے تین میل کے فاصلہ پر ہے کہ خُسْرُوشَنُوْم خود آگے بڑھ کر مقابل ہوا لیکن شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ قَعْقَاع نے حلوان پہنچ کر قیام کیا اور ہر طرف امن کی منادی کرا دی۔ اطراف کے رئیس آ آ کر جزیہ قبول کرتے جاتے تھے اور اسلام کی حمایت میں آتے جاتے تھے۔

(الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 106 مکتبۃ الحرمین اردو بازار لاہور 1437ھ)
(الاخبار الطوال، وقعۃ القادسیہ، صفحہ ۱۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۱ء)

مَاسَبَذَان کی فتح کس طرح ہوئی۔ اس بارے میں آتا ہے کہ حضرت ہاشم بن عُتْبہؓ جو جَلُولاء کے معرکے میں امیر لشکر تھے واپس مدائن آ چکے تھے اور حضرت سعدؓ ابھی مدائن میں ہی مقیم تھے کہ اطلاع ملی کہ ایک ایرانی لشکر آذِین بن ہُرْمُزَان کی سرکردگی میں مسلمانوں سے ٹکر لینے کے لیے میدانی علاقے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ حضرت سعدؓ نے یہ رپورٹ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھجوا دی۔ حضرت عمرؓ نے یہ ہدایت کی کہ ضِرار بن خَطّاب کی سرکردگی میں ایک لشکر مقابلہ کے لیے بھیجا جائے جس کے ہراول دستوں کی قیادت اِبنِ ہُذَیْل کے ہاتھ میں ہو اور عبداللہ بن وَہْب رَاسِبِی اور مُضَارِب بن فُلاَن عِجلِی بازوؤں کے کمانڈر ہوں۔ اسلامی

لشکر ایرانی لشکر کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور مَاسَبَذَان کے میدانی علاقے کے قریب دشمن سے جا ملا اور ھَنْدَف مقام پر لڑائی ہوئی جس میں ایرانیوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر شہر مَاسَبَذَان پر قبضہ کرلیا۔ باشندے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے مگر ضرار بن خَطَّاب نے انہیں دعوت دی کہ آ کر امن سے اپنے شہر میں آباد ہو جائیں۔ انہوں نے دعوت قبول کر لی اور اپنے گھروں میں آباد ہو گئے۔

(طبری جلد ۲ صفحہ ۴۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۷ء)

بلاذری نے مَاسَبَذَان کی فتح کے بارے میں مختلف روایات لی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ نے نہاوند کے معرکے سے واپسی پر اس شہر کو بغیر لڑائی کے فتح کیا تھا۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 120)

(فتوح البلدان علامہ بلاذری صفحہ ۱۸۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۰ء)

خُوزِسْتان کی فتوحات کا حال یوں بیان ہوا ہے۔ خُوزِسْتان ایران کا ایک صوبہ ہے۔ ھُرْمُزان اسلام قبول کرنے سے پہلے اسی صوبہ کا گورنر تھا۔ اس علاقے اور اس علاقے کے مکینوں کو خُوز کہا جاتا تھا۔ اس سے مراد خُوزِسْتان کے رہنے والے اھواز کے نواح میں فارس اور بصری اور واسِط اور اصفہان کے پہاڑوں کے درمیان کا علاقہ ہے۔

14ہجری میں حضرت عمرؓ نے فوجی نقطہ نظر سے بعض فوائد دیکھ کر عراق میں چھوٹے پیمانے پر ایک دوسرا فرنٹ کھول دیا اور عُتْبہ بن غَزْوَان کی سرکردگی میں ایک چھوٹا سا لشکر اس مقام کی طرف روانہ فرمایا جہاں ابتداءً اس لشکر کے لیے بطور چھاؤنی شہر بصرہ کی داغ بیل ڈالی۔ یہ لشکر نہ صرف ارد گرد کے دشمن کے علاقوں پر فتح حاصل کر رہا تھا بلکہ عراقی جنگی مہم میں اس رنگ میں مفید ہو رہا تھا کہ نواح کی ایرانی افواج اعلیٰ اور بڑے محاذ پر اپنے ساتھیوں کی مسلسل شکستوں کی خبریں سن کر بھی ان کی امداد کے لیے نہ جا سکتی تھیں۔ زیادہ مقصد یہی لگتا ہے فوج یہاں بٹھانے کا، اس رستے پہ قبضہ کرنے کا، کہ ایرانی افواج کی کمک اور مدد وہاں نہ جائے اور وہ مسلمانوں پر حملے نہ کرتے رہیں۔ اس لشکر کے امیر حج کرنے اور حضرت عمرؓ سے ملاقات کی غرض سے واپس حجاز گئے تھے اور حضرت عمرؓ نے آپ کی غیر حاضری میں اس لشکر کی قیادت حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو دی تھی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ پر جب ایک اخلاقی جرم کا الزام لگایا اور اس کی تحقیقات کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر کے مدینہ بلایا ہوا تھا تو ان کی جگہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو کمانڈر مقرر کیا تھا۔ بہرحال تحقیقات پر حضرت مغیرہ پر جو الزام لگا تھا وہ غلط ثابت ہوا تھا۔

(ماخوذ از تاریخ طبری جلد دوم صفحہ 438 تا 442 دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 116 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)(معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۲۵۹-۲۶۰)

روایات میں اختلاف ہے کہ سولہ ہجری یا سترہ ہجری میں اسلامی لشکر کی مصروفیات بھی کافی رہیں اور اس میدان کی جنگی سرگرمیاں بھی وسعت پکڑ گئیں اور مسلمانوں نے خُوزِسْتان کے معروف شہر اَھْوَاز پر قبضہ کر لیا۔ مؤرخ طبری نے سترہ ہجری کے واقعات میں بیان کیا ہے مگر ساتھ ہی لکھا ہے کہ بعض روایات سے اس فتح کا سنہ سولہ ہجری معلوم ہوتا ہے۔ اس فتح کے ذکر میں انہوں نے لکھا ہے کہ اس وقت امیر لشکر عُتْبَہ بن غَزْوَان ہی تھے۔ لیکن بلاذری نے جو اس کی وضاحت کی ہے لکھا ہے کہ اَہْوَاز اور اس کے بعد کی فتوحات حضرت عتبہ بن غزوانؓ کے واپس تشریف لے جانے کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی سرکردگی میں ہوئیں اور لکھا ہے کہ حضرت مغیرہؓ نے اَہْوَاز کو فتح کیا۔ اَھْوَاز کے رئیس بَیْرُوْذ نامی نے پہلے تو مقابلہ کیا مگر پھر مصالحت کر لی۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت مغیرہؓ کی جگہ ابوموسیٰ اشعری بصرہ کے علاقے کے اسلامی لشکر کے امیر مقرر ہوئے تو بَیْرُوذ رئیس نے عہد شکنی کر کے بغاوت کر دی۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ مقابلے کے لیے نکلے اور لڑائی کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ سترہ ہجری میں پیش آیا۔

اَہْوَاز کے معرکے میں اسلامی فوج نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا مگر حضرت عمرؓ کے حکم سے سب کو رہا کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا کوئی غلامی نہیں۔ سب جو قیدی تھے سب کو رہا کر دیا۔ آزادی دے دی۔ طبری نے لکھا ہے کہ اس علاقے میں ایرانی دو راستوں سے مسلمان لشکر پر بار بار حملہ آور ہوتے تھے۔ ان دونوں راستوں پر دو مقام نَھْر تِیْرِیٰ اور مَنَاذِر چھاپہ مار ایرانیوں کے مرکز تھے۔ ان دونوں مقامات پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ اکثر جگہ ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ جہاں مسلمانوں کو تنگ کیا جاتا تھا، بار بار حملے کیے جاتے تھے وہیں پھر مسلمانوں نے حملے کیے اور ان جگہوں پر قبضہ کیا۔ چنانچہ بلاذری نے لکھا ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے نہر تِیْرِیٰ کو اَہْوَاز کے ساتھ فتح کر لیا اور اَہْوَاز کی فتح کے بعد آپ دوسرے مقام یعنی مَنَاذِر کی طرف بڑھے اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور لڑائی شدت پکڑ گئی۔ اس محاصرے کے دوران میں ایک روز ایک مسلمان بہادر مُہاجر بن زیاد روزہ رکھے ہوئے اپنی جان خدا تعالیٰ کے حضور میں قربان کرنے کے ارادے سے دشمن کے مقابلے کے لیے نکلے۔ مہاجر کے بھائی ربیع نے امیر لشکر ابوموسیٰ کو اطلاع کر دی کہ مہاجر روزہ رکھ کر میدان میں جا رہے ہیں۔ ابوموسیٰ نے اعلان کروا دیا کہ جس نے روزہ رکھا ہے وہ یا تو روزہ کھول دے یا میدان جنگ میں نہ جائے۔ مُہاجر نے یہ اعلان سن کر پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کیا اور بولے امیر کے حکم کی خاطر ایسا کرتا ہوں ورنہ مجھے پیاس بالکل نہیں ہے۔ یہ کہہ کر ہتھیار اٹھائے اور دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ شہر والوں نے آپ کا سر کاٹ کر محل کے بلند کنگروں پر لٹکا دیا۔ محاصرہ طول پکڑ رہا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری نے غالباً حضرت عمرؓ کے حکم سے لشکر کا ایک حصہ مُہاجر کے بھائی ربیع کی کمان میں مَنَاذِر کے محاصرے کے لیے چھوڑا اور خود شہر سُوْس کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر ربیع نے لڑتے بھڑتے شہر پر قبضہ کر لیا اور بہت سے لوگ قیدی بنا لیے مگر حضرت عمرؓ کے احکامات کے نتیجہ میں یہاں بھی سب قیدی رہا کر دیے گئے۔ حضرت ابوموسیٰ سُوْس کی طرف بڑھے۔ شہر والوں نے پہلے مقابلہ کیا اور لڑائی کے بعد شہر میں محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ بالآخر جب غذا کی تنگی ہوئی تو ہتھیار ڈال دیے۔

ان واقعات کی فتوحات کی تفصیل میں میر محمود احمد صاحب نے مقالے میں جو تحقیق اور اپنا تجزیہ کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ طبری اور بلاذری میں متعدد اختلافات ہیں جن کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس علاقے میں ایرانی سرداروں کی عہد شکنی کر کے بغاوت کے نتیجہ میں اسلامی لشکر کی دوبارہ جنگی نقل و حرکت کے واقعات روایات میں پہلی مرتبہ کی فتوحات کے واقعات سے مل کر مشتبہ ہو گئے ہیں۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب صفحہ 124 تا 127)

(طبری جلد ۲ صفحہ ۴۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۷ء)

(فتوح البلدان صفحہ ۲۲۵-۲۲۶)

فتوحات جو تھیں وہ، اور پھر دوبارہ جو امن قائم کرنے کے لیے ہوا، وہ مشتبہ ہو گیا ہے لیکن بہرحال یہ ان کا ایک نقطہ نظر ہے۔

جنگ رَامَھُرْمُز اور تُستَر۔ یَزْدَجَرْد شاہِ ایران جو جَلُولاء کے معرکے کے بعد رَے سے ہوتا ہوا اِصْطَخَر چلا گیا تھا۔ یہ اِصطَخَر بھی ایک جگہ کا نام ہے۔ ابھی اس نے شکست نہیں مانی تھی اور مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لوگوں کو غیرت دلا رہا تھا اور پوری کوشش میں تھا کہ اس علاقے خُوزِسْتان میں، جہاں کی فتوحات کا ہم ذکر کر رہے ہیں، مسلمانوں کے مقابلے کے لیے امدادی فوج بھجوائی جائے۔ دوسری وجہ جو اس علاقے میں جنگ کی آگ تیز کرنے کا موجب بنی ہوئی تھی وہ یہاں کے ایک نامی رئیس ھُرْمُزان کی مسلمانوں کے خلاف جنگی کارروائی تھی۔ ھُرْمُزان قادِسِیہ کے معرکہ میں شریک ہو چکا تھا اور وہاں سے شکست کھا کر اپنے وطن میں آ گیا تھا اور یہاں مسلمانوں پر مسلسل چھاپے مار رہا تھا۔

(مقالہ 'تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' از مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، صفحہ 127-128)

(تاریخ الطبری جلد ۲، صفحہ ۴۹۳ و ۴۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۲ء)

جَلُولاء میں مسلمانوں کی فتح کے بعد ایرانی ھُرْمُزان کی قیادت میں رَامَھُرْمُز میں جمع ہوئے۔ رَامَھُرْمُز جو ہے یہ بھی خُوزِسْتان کے نواح میں ایک مشہور شہر تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کی ہدایت پر نعمان بن مُقَرِّن کو لشکر کا سردار بنا کر کوفہ سے روانہ کیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ سے روانہ کیا اور فرمایا کہ جب دونوں لشکر اکٹھے ہو جائیں تو اَبُوسَبْرَہ بن رُھْم ان کے کمانڈر ہوں گے۔ نعمان بن مُقَرّن کی فوج کے بارے میں جب ھُرْمُزان کو علم ہوا تو اس نے مقابلہ کیا اور شدید جنگ کے بعد ھُرْمُزان شکست کھا کر تُسْتَر کی طرف بھاگ گیا۔ تُسْتَر بھی خُوزِسْتان سے ایک دن کے فاصلے پر ایک بڑا شہر ہے اور شہر میں محصور ہو گیا۔ حضرت اَبُوسَبْرَہؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے شہر کا محاصرہ کر لیا جو کئی ماہ تک جاری رہا۔ ایرانی فوج بار بار باہر نکل کر حملہ آور ہوتی اور واپس آ کر دروازے بند کر لیتی۔ اس طرح اس جنگ میں اسّی معرکے ہوئے۔ آخری معرکہ میں مسلمانوں نے بھرپور شدت سے حملہ کیا۔ جب مسلمانوں کی طرف سے حصار سخت ہو گیا تو دو فارسیوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ شہر سے پانی نکلنے والے راستے سے اندر جا کر شہر کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔

اس بارے میں اخبار الطِّوَال کے مصنف ابوحنیفہ دِیْنَوَرِی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا محاصرہ طویل ہو گیا۔ ایک رات شہر کا ایک معزز شخص حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس آیا اور اپنے اہل و عیال اور اپنے مال کو امان ملنے کے عوض شہر میں قبضہ کرنے میں مدد کی پیشکش کی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اسے امان دی۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ وہ شخص مسلمان بھی ہو گیا تھا۔ اس شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ میرے ساتھ کوئی شخص بھیج دیں تا کہ میں اسے آگاہ کر دوں۔ یعنی رستہ بتاؤں کہ کس طرح مسلمان قلعہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے قبیلہ بنو شَیْبَان میں سے ایک شخص اَشْرَسْ بن عَوف کو اس کے ساتھ بھیجا۔ وہ دونوں ایک چھوٹی سی نہر میں سے ہوتے ہوئے ایک سرنگ کے راستے سے شہر میں داخل ہوئے۔ اس نے اَشْرَسْ بن عَوف پر ایک چادر اوڑھادی اور اسے کہا کہ تم میرے پیچھے پیچھے میرے خادموں کی طرح آؤ۔ وہ اسے لے کر شہر کے طول و عرض میں پھرا۔ پھر وہ شہر کے دروازے پر گیا جہاں پہرے دار موجود تھے پھر وہ ھُرمُزَان کے پاس پہنچا جو کہ اپنے محل کے دروازے پر مجلس لگائے بیٹھا تھا۔ یہ سب دکھانے کے بعد وہ اس کو اسی راستہ سے واپس لے آیا۔ اَشْرَسْ بن عَوف نے واپس پہنچ کر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو سب کچھ بتایا۔ اَشْرَسْ بن عوف نے کہا کہ آپ میرے ساتھ دو سو بہادر بھیج دیں میں پہرے داروں کو قتل کر کے دروازہ کھلوادوں گا اور آپ باہر سے دروازے سے ہمارے ساتھ مل جائیں۔ اس طرح اَشْرَسْ بن عَوف اپنے ساتھیوں سمیت اس خفیہ رستے سے شہر میں داخل ہوئے اور پہرے داروں کو قتل کر کے شہر کے دروازے کھول دیے۔ اسلامی لشکر اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ ھُرمُزَان نعروں کی آواز سن کر اپنے قلعہ کی طرف بھاگا جو کہ اس شہر کے اندر ہی موجود تھا۔ مسلمانوں نے قلعہ کو گھیر لیا۔ ھُرمُزَان اوپر سے دیکھ کر بولا کہ میرے ترکش میں سو تیر ہیں۔ جب تک ان میں سے ایک تیر بھی باقی ہے مجھے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس کے بعد اگر مَیں گرفتار ہوا تو میری گرفتاری کے کیا کہنے۔ مسلمانوں نے کہا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس شرط پر ہتھیار ڈالتا ہوں کہ میرا فیصلہ حضرت عمرؓ پر چھوڑ دیا جائے۔ ھُرمُزَان نے ہتھیار پھینک دیے اور خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ھُرمُزَان کو حضرت انس بن مالکؓ اور اَحْنَف بن قَیس کی نگرانی میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ بھجوا دیا۔ جب قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ھُرمُزَان کو اس کا اپنا ریشمی لباس پہنایا جس پر سونے کا کام ہوا ہوا تھا۔ قیدی تھا لیکن اس کو لباس پہنا دیا جو بڑا شان والا لباس تھا۔ اس کے سر پر ہیروں سے جڑا ہوا تاج رکھا گیا تا کہ حضرت عمرؓ اور مسلمان اس کی اصل ہیئت کو دیکھ لیں۔ یہ بتانے کے لیے کہ دیکھو اتنے بڑے سردار کو ہم نے زیر کیا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ مسجد میں ہیں۔ وہ جب مسجد میں پہنچے تو حضرت عمرؓ اپنی پگڑی پر سر رکھ کر سوئے ہوئے تھے۔ ھُرمُزَان نے پوچھا عمر کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ سو رہے ہیں۔ اس وقت مسجد میں آپ کے علاوہ اَور کوئی بھی نہیں تھا۔ ھُرمُزَان نے پوچھا ان کے پہرے دار اور دربان کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا ان کو کسی پہرے دار، درباری، کاتب اور دیوان کی ضرورت نہیں ہے۔ ھُرمُزَان نے بے ساختہ کہا کہ یہ شخص ضرور کوئی نبی معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ نبی تو نہیں مگر انبیاء کے طریق پر ضرور ہیں۔ حضرت عمرؓ لوگوں کی باتوں سے بیدار ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ھُرمُزَان ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اور اس کے لباس کو بغور دیکھا اور کہا میں آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔ قافلہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ ھُرمُزَان ہے اس سے بات کر لیں۔ آپؓ نے کہا ہرگز نہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنا زرق برق لباس اور زیورات اتار دے۔ تو اس کے تمام زیورات اور شاہانہ لباس کو اتار دیا گیا۔ ھُرمُزَان سے گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا عہد شکنی اور دھوکا دہی کا انجام دیکھا ہے۔ جو جنگ ہوئی تھی یا اس کے ساتھ لڑائی ہو رہی تھی، اس کی عہد شکنی کی وجہ سے ہو رہی تھی اور دھوکا دینے کی وجہ سے ہو رہی تھی۔ اس نے کہا جاہلیت میں جب خدا ہم دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہ تھا تو ہم تم پر غالب تھے مگر اب خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے اس لیے اب تم غالب ہو۔ ھُرمُزَان نے حضرت عمرؓ کو یہ جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں تم اس وجہ سے غالب تھے کہ تم میں اتحاد تھا اور ہم میں افتراق تھا۔ ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ تم لوگ اکٹھے تھے اور ہم میں افتراق تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ھُرمُزَان سے پوچھا۔ تم نے بار بار عہد شکنی کی اب تم کیا عذر کرتے ہو؟ جیسا کہ میں نے کہا مسلمانوں نے ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ان سے جنگ کی تھی کیونکہ وہ لوگ جو تھے وہ پُرامن ہمسائے کے طور پر رہنا نہیں چاہتے تھے۔ ھُرمُزَان نے کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ آپ مجھے یہ بتانے سے پہلے ہی قتل نہ کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا ڈرو نہیں۔ اس پر ھُرمُزَان نے پانی مانگا تو اس کے لیے ایک پرانے پیالے میں پانی لایا گیا۔ ھُرمُزَان نے کہا کہ میں اس طرح کے پیالے میں پانی نہیں پیوں گا خواہ میں پیاسا ہی مر جاؤں۔ چنانچہ اسے اس کے شایان شان برتن میں پانی دیا گیا تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ ھُرمُزَان نے کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ جب میں پانی پی رہا ہوں گا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک تو پانی پی نہ لے تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ یہ سن کر اس نے پانی زمین پر گرا دیا۔ ہوشیار تھا، اس نے کہا اچھا پانی پینا اگر شرط ہے تو مسلمان تو وعدے کے پکے ہیں۔ تو اس نے کہا میں پانی پیتا ہی نہیں اور پانی زمین پہ گرا دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اسے دوبارہ پانی دو اور اسے پیاسا قتل نہ کیا جائے۔ سزا تو اس کی یہی تھی عہد شکنی اور فتنہ و فساد اور مسلمانوں سے جنگ۔ ھُرمُزَان نے کہا مجھے پانی کی پیاس نہیں تھی میں تو اس طرح امان حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آخر وہ سچ بول پڑا۔ اس کے بعد ھُرمُزَان نے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ میں ہی رہائش اختیار کر لی۔ حضرت عمرؓ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کر دیا۔

(ماخوذ از سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 422 تا 425 دار المعرفہ بیروت 2007ء)

(ماخوذ از الاخبار الطوال از علامہ ابو حنیفہ دینوری صفحہ 188 تا 190 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

(فتوح البلدان صفحہ ۵۳۶ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت ۱۹۸۷ء)

(معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۱۹، جلد ۲ صفحہ ۳۴۔ دار صادر بیروت ۱۹۷۷ء)

عِقْدُ الْفَرِید میں لکھا ہے کہ جب ھُرمُزَان کو حضرت عمرؓ کے پاس قیدی بنا کر لایا گیا تو آپؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن ھُرمُزَان نے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ جب اسے قتل کیا جانے لگا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپؓ مجھے پانی پلا دیں۔ حضرت عمرؓ نے پانی پلانے کا حکم دیا۔ جب پانی کا برتن اس کے ہاتھ میں رکھا گیا تو اس نے حضرت عمرؓ سے کہا کیا میں پانی پینے تک امن میں ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ اس پر ھُرمُزَان نے پانی کا برتن ہاتھ سے پھینک دیا اور کہا کہ آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تجھے کچھ مہلت دیتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ تُو کیسے عمل کرتا ہے۔ جب اس سے تلوار دور کر دی گئی تو ہرمُزَان نے کہا کہ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ھُرمُزَان سے پوچھا کہ تُو پہلے کیوں نہ ایمان لے آیا۔ اس پر ھُرمُزَان نے کہا کہ اے امیر المومنین! مجھے ڈر تھا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ میں تلوار کے ڈر سے، کیونکہ تلوار میرے سر پر رکھی ہوئی تھی، اس کے ڈر سے مسلمان ہوا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ ھُرمُزَان سے ایران پر لشکر کشی میں مشورہ کیا کرتے تھے اور اس کی رائے کے مطابق عمل کیا کرتے تھے۔

(العقد الفرید جلد دوم صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ دار ارقم بیروت ۱۹۹۹ء)

پھر وہ حضرت عمرؓ کا مشیر بھی بن گیا۔

یہ بھی شبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت میں ھُرمُزَان کا ہاتھ تھا۔ (مقالہ ’تاریخ اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ‘ از مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، صفحہ 135) لیکن حضرت مصلح موعودؓ اس شبہ کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ قصاص کی آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مسلمان لایا گیا جس نے ایک مُعاہِد کافر کو جو اسلامی حکومت کی رعایا بن چکا تھا قتل کر دیا تھا۔ جس سے معاہدہ ہوا ہوا تھا، عہد ہوا ہوا تھا اس کا قتل کر دیا تھا تو آپؐ نے اس کے قتل کیے جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں عہد پورا کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ عہد کی نگہداشت کرنے والا ہوں۔ جس سے عہد کیا اس کو کیوں قتل کیا، اس لیے سزا ہے۔ مسلمان کو بھی قتل کیا گیا۔ اسی طرح طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت روایت کی ہے کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تو آپ نے اس مسلمان کے قتل کیے جانے کا حکم دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ کہ کوئی مومن کسی کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا مگر ساری حدیث دیکھنے سے بات حل ہو جاتی ہے۔ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُوْعَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ۔ اس حدیث کا یہ دوسرا فقرہ کہ وَلَا ذُوْعَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ اس کے معنوں کو حل کر دیتا ہے کہ اگر اس کے یہ معنے ہوں کہ کافر کے بدلہ میں مسلمان نہ مارا جائے تو پھر ذُوْعَهْدٍ کے یہ معنے کرنے ہوں گے کہ وَلَا ذُوْعَهْدٍ بِكَافِرٍ کہ کسی ذو عہد کو بھی کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے۔ حالانکہ اسے کوئی بھی تسلیم

نہیں کرتا۔ پس یہاں کافر سے مراد محارب کافر ہے نہ کہ عام کافر۔ جنگ کرنے والے کافر (مراد) ہیں نہ کہ عام کافر۔ تبھی فرمایا کہ ذمی کافر بھی محارب کافر کے بدلہ میں نہیں مارا جائے گا۔

اب ہم صحابہ کا طریق عمل دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ بھی غیر مسلم کے قاتل کو قتل کی سزا ہی دیتے تھے۔ چنانچہ طبری میں قُمَاذْبَان بن ھرمزان اپنے والد کے قتل کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ھُرمُزَان ایک ایرانی رئیس اور مجوسی المذہب تھا اور حضرت عمر خلیفہ ثانیؓ کے قتل کی سازش میں شریک ہونے کا شبہ اس پر کیا گیا۔ اس پر بلا تحقیق جوش میں آکر عُبَیدُ اللہ بن عمر نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ کہتا ہے کہ ایرانی لوگ مدینہ میں ایک دوسرے سے ملے جلے رہتے تھے۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دوسرے ملک میں جاکر وطنیت نمایاں ہو جاتی ہے تو ایک دن فیروز جو حضرت عمرؓ کا قاتل تھا، میرے باپ سے ملا اور اس کے پاس ایک خنجر تھا جو دونوں طرف سے تیز کیا ہوا تھا۔ میرے باپ نے اس خنجر کو پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ اس ملک میں تُو اس خنجر سے کیا کام لیتا ہے یعنی یہ ملک تو امن کا ملک ہے اس میں ایسے ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے اونٹ ہنکانے کا کام لیتا ہوں۔ جب وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے تو اس وقت کسی نے ان کو دیکھ لیا اور جب حضرت عمرؓ مارے گئے، شہید کیے گئے تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خود ھرمزان کو یہ خنجر فیروز کو پکڑاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اِس پر ھُرمُزَان کا بیٹا کہتا ہے کہ عُبَیدُ اللہ جو حضرت عمرؓ کے چھوٹے بیٹے تھے انہوں نے جاکر میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور عُبَیدُ اللہ کو پکڑ کر میرے حوالے کر دیا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! یہ تیرے باپ کا قاتل ہے اور تُو ہماری نسبت اس پر زیادہ حق رکھتا ہے۔ پس جا اور اس کو قتل کر دے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور شہر سے باہر نکلا۔ راستہ میں جو شخص مجھے ملتا میرے ساتھ ہو جاتا لیکن کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ وہ مجھ سے صرف اتنی درخواست کرتے تھے کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ پس میں نے سب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا میرا حق ہے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں تمہارا حق ہے کہ اسے قتل کر دو اور پھر عُبَیدُ اللہ کو برا بھلا بھی کہنے لگے کہ اس نے ایسا برا کام کیا ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کو حق ہے کہ اسے مجھ سے چھڑا لو؟ انہوں نے کہا نہیں ہر گز نہیں اور پھر عُبَیدُ اللہ کو برا بھلا کہا کہ اس نے بلا ثبوت اس کے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ اس پر میں نے خدا اور ان لوگوں کی خاطر اس کو چھوڑ دیا۔ اتنی سفارشیں جب ہو گئیں۔ پوچھ لیا، سوال جواب ہو گئے تو کہتے ہیں میں نے اللہ اور اس کے لوگوں کی خاطر اس کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں نے فرطِ مسرت سے مجھے اس خوشی میں اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور خدا تعالیٰ کی قسم! میں اپنے گھر تک لوگوں کے سروں اور کندھوں پر پہنچا اور انہوں نے مجھے زمین پر قدم تک نہیں رکھنے دیا۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ صحابہ کا طریق عمل بھی یہی رہا ہے کہ وہ غیر مسلم کے مسلم قاتل کو سزائے قتل دیتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خواہ کسی ہتھیار سے کوئی شخص مارا جائے وہ مارا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قاتل کو گرفتار کرنے والی اور اس کو سزا دینے والی حکومت ہی ہوتی ہے۔ گو یہاں بھی یہ ہے کہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن اگر یہ غیر مسلم بھی ہو تب بھی یہ ساری جو پچھلی باتیں بیان ہوئی ہیں ان سے بھی یہی لگتا ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک ہو جیسا مسلمان کے قاتل کے ساتھ ہو گا۔ خاص طور پہ جب معاہدہ ہوا ہو۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قاتل کو گرفتار کرنے والی اور اس کو سزا دینے والی حکومت ہی ہے۔ ہر شخص نہیں دے سکتا حکومت دیتی ہے کیونکہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ عُبَیدُ اللہ بن عمر کو گرفتار بھی حضرت عثمانؓ نے ہی کیا تھا اور اس کو قتل کرنے کے لیے ھرمزان کے بیٹے کے سپرد بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ نہ ھُرمُزَان کے کسی وارث نے اس پر مقدمہ چلایا اور نہ اس نے گرفتار کیا۔ حضرت خلیفۃ ثانیؓ فرماتے ہیں کہ اس جگہ اس شبہ کا ازالہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کو سزا دینے کے لیے آیا مقتول کے وارثوں کے سپرد کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے کیا یا خود حکومت کو سزا دینی چاہیے۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ معاملہ ایک جزوی معاملہ ہے اس لیے اس کو اسلام نے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق عمل کرنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ قوم اپنے تمدن اور حالات کے مطابق جس طریق کو زیادہ مفید دیکھے اختیار کر سکتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں طریق ہی خاص خاص حالات میں مفید ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 359 تا 361)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ چلے گا۔ اس وقت میں کچھ مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں اور پھر ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

ان میں سے پہلا ذکر مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ کا ہے جو محمد سعید صاحب کی اہلیہ تھیں اور حضرت الحاج حافظ ڈاکٹر سید شفیع صاحب محقق دہلوی کی بیٹی تھیں۔ گذشتہ دنوں 88 سال کی عمر میں پاکستان میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے والد حضرت الحاج حافظ ڈاکٹر سید شفیع احمد محقق دہلویؓ تھے۔ کئی کتب کے مصنف تھے۔ بہترین مناظر، محقق اور اعلیٰ پائے کے صحافی تھے۔ دہلی سے سولہ اخبارات انہوں نے شائع کیے۔ حضرت سید شفیع احمد صاحب نے بارہ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ برصغیر کے معروف صوفی شاعر اور بزرگ خواجہ میر درد کی نسل میں سے تھے۔ اور اس لحاظ سے حضرت میر ناصر نوابؓ کے عزیزوں میں سے تھے۔ حضرت سید شفیع احمد صاحبؓ رشتہ میں حضرت اماں جانؓ کے بھانجے تھے۔ 1957ء میں مکرم محمد سعید احمد سب انجنیئر لاہور چھاؤنی کے ساتھ ان کی شادی ہوئی اور ان کی بیٹی خالدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میری نانی نے والدین کا رشتہ کرتے ہوئے شرط تقویٰ کو مدّنظر رکھا۔ محض یہ دیکھا کہ لڑکا بائیس تیئیس سال کی عمر میں ایسا قائد ہے جس کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک نیم مردہ جماعت تھی جس میں زندگی کی روح پھونک دی گئی اور اس خدمت کا سہرا ان کے قائد محمد سعید احمد اور ان کے چار پانچ مددگاروں پر ہے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی خدمت خلق کا ذکر کیا کہ پچھلے سیلاب کے موقع پر انہوں نے غیر معمولی طور پر کام کیا۔ پس اس لحاظ سے وہ خاص طور پر تعریف کے قابل ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے نسیم سعید صاحبہ کے خاوند کی بڑی تعریف کی تھی اور اسی چیز کو مدّ نظر رکھتے ہوئے نسیم سعید صاحبہ کی والدہ نے ان کا رشتہ بھی ان سے کیا۔ نسیم سعید صاحبہ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ دینی خدمات کا سلسلہ ان کا 1954ء میں شروع ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت سیدہ چھوٹی آپا کے ساتھ کام سے شروع کیا اور 2015ء تک تقریباً 61 سال یہ جاری رہا۔ سعید صاحب کیونکہ فوج میں تھے اور ان کی ٹرانسفر ہوتی رہتی تھی اس لیے مختلف شہروں میں یہ بھی ان کے ساتھ جاتی تھیں اور وہاں مختلف شہروں میں ان کو خدمات کا موقع ملا اور خود بھی یہ بڑی پڑھی لکھی اور صاحب علم خاتون تھیں۔ بیس کے قریب ان کی تصنیفات ہیں جن میں انبیاء کے متعلق کہانیاں بھی ہیں اور بزرگوں کے بارے میں بھی بہت ساری کتابیں انہوں نے لکھی ہیں۔ ان کی بیٹی حامدہ غفور منان کہتی ہیں کہ میری والدہ عبادت گزار، عالم باعمل، اخلاص ووفا، ایثار و قربانی، محبت و شفقت اور انکسار کا پیکر تھیں۔ ہمیشہ ان کو سوز و گداز سے دعائیں کرتے دیکھا۔ تہجد، نوافل اور نمازوں کا التزام کرتے دیکھا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے لے کر اب تک انہوں نے چار خلفاء کے ساتھ ذاتی تعلق رکھا اور ان کو جماعت کی خدمت کی توفیق بھی ملتی رہی۔ یہاں مجھ سے ملاقات تو ان کی نہیں ہوئی تھی لیکن خط و کتابت کے ذریعہ سے یہ ہمیشہ اپنا اظہار کرتی تھیں۔ ان کے بچوں نے بھی یہی لکھا ہے اور خود مجھے بھی جب ان کے خط آتے تھے تو ان کے خطوط میں غیر معمولی اظہار ہوتا تھا۔ صرف باتوں کی حد تک نہیں بلکہ حقیقت میں نظر آتا تھا کہ خلافت کے ساتھ ان کا اخلاص اور وفا کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی اس تعلق کو قائم کرنے کی توفیق دے۔

ان کے بڑے بیٹے خالد سعید صاحب کہتے ہیں کہ ہمیں صرف یہ کہا کرتی تھیں کہ تعلق باللہ پر ہمیشہ قائم رہو کہ تعلق باللہ ایسا ہو جیسے اللہ آپ کے سامنے دوست کی طرح ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچا عشق کرو۔ خود بھی کیا اور بچوں کو کہا یہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت سے گہری روحانی وابستگی خود بھی رکھی اور بچوں کو نصیحت کی۔ خلافت سے گہرا تعلق، مکمل اطاعت خود بھی کی اور ہمیں بھی سکھائی۔ جماعت کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ چھوٹی عمر سے ہی نمازوں اور اسلامی باتوں پر باقاعدہ عمل کرنے کی تلقین کیا کرتی تھیں اور ہمیں اس کی عادت ڈالی۔ راہ چلتے خدمت خلق کرتیں اور کہا کرتی تھیں لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو۔ مالی قربانی کی طرف خاص توجہ تھی۔ مالی قربانی کرنے کے بعد پھر گھر کا خرچ چلاؤ۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتیں اور اس کی ہمیں بھی تلقین کرتیں۔ صلہ رحمی اور ہر امیر غریب رشتہ داروں سے مضبوط جو تعلق رکھنا ان کا خاص امتیاز تھا اور ہمیں بھی اس کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ دعوت الی اللہ کے لیے ہمہ تن تیار رہتی تھیں۔ تہجد پڑھنے کی ہمیں بار بار تلقین کرتیں۔ علم بڑھانے کے لیے ہم سے درس دلواتی تھیں اور یہی کہا کرتی تھیں کہ ہر وقت مسکراتے رہو اور کسی کا برا نہ چاہو۔ مہمان نوازی اور اکرام ضیف کوٹ کوٹ کر ان

میں بھرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر داؤد سلیمان بٹ صاحب جرمنی کا ہے جو 46 سال کی عمر میں کینسر کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کے پڑدادا حضرت عبدالحکیم بٹ صاحب کے ذریعہ احمدیت ان کے خاندان میں آئی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔ آپ کی اہلیہ سمیرا داؤد صاحبہ کہتی ہیں۔ ہمیشہ جماعت کی خدمت کرنے کے لیے تیار رہتے۔ یہی کوشش ہوتی کہ کسی طرح جماعت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ حقیقی معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے انسان تھے۔ سب جاننے والوں کا بھی یہی کہنا ہے کہ ان کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی اور صدقہ وخیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور ہر وقت خدمت کے لیے تیار رہنے والے تھے۔ یہاں جرمنی میں حفاظت خاص کی ڈیوٹی دیا کرتے تھے اور ان کی ٹیم کے جو ممبران ہیں انہوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ بڑی بشاشت سے اور پوری ذمہ داری سے ڈیوٹی ادا کیا کرتے تھے اور ایک خوبی ان کی یہ تھی کہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ یہ میں نے بھی دیکھا ہے کہ بڑی خوش اسلوبی سے انہوں نے ہمیشہ ڈیوٹی ادا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ بھی عطا فرمائے اور ان کے بچوں کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر زاہدہ پروین صاحبہ اہلیہ غلام مصطفیٰ اعوان صاحب ڈھپئی ضلع سیالکوٹ کا ہے جو 61 سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کی بیٹی ہبۃ الکلیم صاحبہ جو ہمارے مبلغ جمیل تبسم بشکرتستان رشیا کی اہلیہ ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میری والدہ اللہ کے فضل سے پیدائشی احمدی تھیں۔ موصیہ تھیں۔ ان کے گھر اور خاندان میں احمدیت ان کے والد اور والدہ کے دادا دیوان بخش صاحب اعوان کے ذریعہ سے آئی تھی۔ کہتی ہیں میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کبھی بھی تہجد کی نماز کو ضائع ہوتے نہیں دیکھا اور بچوں کو بھی ہمیشہ اس بات کی تلقین کرتیں کہ جماعت اور خلافت احمدیہ سے ہمیشہ والہانہ عقیدت رکھو۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ تین داماد ان کے واقف زندگی ہیں اور دو بیٹیاں جو مبلغین سے بیاہی ہوئی ہیں اپنے خاوندوں کے ساتھ ملک سے باہر تھیں اس لیے آخری وقت میں اپنی والدہ کے پاس نہیں آ سکیں، دیکھ نہیں سکیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی نیکیاں ان کی اولاد کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر رانا عبدالوحید صاحب لندن ولد چوہدری عبدالحئی صاحب تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کا ہے۔ 26؍جون کو ان کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا تو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے اور انصار اللہ میں انہوں نے بڑی تن دہی سے کام کیا۔ اس کے علاوہ مسجد فضل کے سیکرٹری مال اور سیکرٹری ضیافت کے طور پر بھی خدمت انجام دے رہے تھے۔ بڑے محنتی کارکن تھے اور بڑی خوشی سے تمام خدمات کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی، لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر الحاج میر محمد علی صاحب سابق امیر جماعت بنگلہ دیش کا ہے۔ یہ 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ یہ مقامی اور نیشنل جماعت میں کئی عہدوں پر فائز رہے۔ 1997ء سے 2003ء تک بطور نیشنل امیر بنگلہ دیش خدمت کی توفیق پائی۔ پھر سیکرٹری رشتہ ناطہ اور سیکرٹری تبلیغ کی ذمہ داری سرانجام دی۔ 2013ء سے آخر دم تک بطور امیر جماعت ڈھاکہ خدمت بجا لاتے رہے۔ ان کے دور امارت میں بنگلہ دیش جماعت نے کافی ترقی کی ہے، خاص طور پر جماعت کی جائیداد اور تعمیرات کا بڑا کام ہوا ہے۔ مرکزی مشن ہاؤس بھی انہوں نے بنوایا تھا۔ پھر مساجد وغیرہ بھی بہت بنوائیں۔ بہت نیک، مخلص، دیندار، تہجد گزار، ہمدرد، دعاگو، مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے، بہت ہی غریب پرور، نافع الناس وجود تھے۔ خلافت کے شیدائی اور جماعت کے فعال خادم تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد ان سب کے جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 20اگست 2021ء)

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

ہو گی، اگر شام نے یہ گواہی دی ہو گی کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا تو شکر گزاری کے جذبے کے تحت ایک مومن پھر اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکے گا اور ایک مومن کو کیونکہ نفس کے دھوکے کا بھی خیال رہتا ہے اس لئے وہ پھر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتا ہے کہ اگر میرا جائزہ جو میں نے شام کو لیا ہے نفس کا دھوکہ ہے تو پھر بھی مجھ پر رحم کر اور بخش دے اور مجھے نیکیوں کی توفیق دے اور اگر کھلی برائیاں سارے دن کے اعمال میں نظر آ رہی ہیں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور بخشش اور رحم کے لئے ایک مومن جھکتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 16؍جنوری 2009ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

بے ایمانوں (یعنی احمدیوں) کے ساتھ بات نہ کی جائے، (تبھی تم بچ سکتے ہو اور کوئی گُر نہیں ہے۔) بلکہ نظر کے ساتھ نظر نہ ملائی جائے۔ (اگر نظر ملاؤ گے) تو بھی اثر ہو جاتا ہے۔ (ان دو گُروں کو یاد رکھو تو بچ کر رہو گے۔ کہتے ہیں) میں نے کہا مولوی صاحب! سچائی کا اثر ایسے ہی ہوا کرتا ہے۔ (یہ جو آپ مجھے گُر بتا رہے ہیں یہ تو سچائی کی نشانی ہے۔) مولوی صاحب واپس ہو کر چلے گئے۔ میرا بھائی جو مخالف تھا وہ نیروبی میں چلا گیا۔ مَیں نے بیعت کر لی۔ والد صاحب اور بیوی کو بھی سمجھا لیا۔ گویا سب کو سمجھا لیا۔ بھائی کو نیروبی میں جا کر سمجھ آئی۔ وہ دس ماہ کے بعد واپس چلے آئے اور آتے ہی بیعت کر لی۔ (لکھتے ہیں) اب خدا کے فضل سے (جب یہ واقعہ لکھ رہے تھے کہ) ہمارے محلے میں سو ڈیڑھ سو افراد احمدی ہیں۔ آج بھی یہی لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ نہ ان سے بات کرو، نہ ان سے نظر ملاؤ۔ اور یہ صرف آج کی بات نہیں ہے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے بھی یہی کہا جاتا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ فرمایا تھا۔ وہ مشہور واقعہ جو حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی کا آتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مَیں مکہ میں آیا، تو قریش نے مجھے کہا کہ تم ایک معزز سردار ہو اور سمجھ دار شاعر ہو۔ تم ہمارے ملک میں آئے ہو۔ تمہیں بتانا چاہتے ہیں کہ ایک شخص نے ہمارے درمیان دعویٰ کیا ہوا ہے اور ہمارے اندر تفرقہ ڈال دیا ہے اور ہمیں پراگندہ کر دیا ہے۔ اس کے کلام میں جادو ہے جس سے باپ بیٹے اور بھائی بھائی اور میاں بیوی علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ آپ اور آپ کی قوم بھی، اگر ان کی باتیں آپ نے سن لیں تو وہی حال نہ ہو جائے جو ہمارا ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس شخص سے نہ بات کرنا، نہ اس کی بات سننا۔ کہتے ہیں کفار نے اس قدر اصرار کیا کہ مَیں نے فیصلہ کر لیا کہ مَیں آپ کی بات نہیں سنوں گا۔ بلکہ جب مسجد، خانہ کعبہ میں گیا تو اس ڈر سے کانوں میں روئی ڈال لی کہ کہیں آپ کی کوئی بات میرے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز میں مشغول تھے۔ مَیں آپ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر نے آپ کا کچھ کلام مجھے سنوا ہی دیا جو مجھے اچھا لگا۔ تو مَیں نے دل میں کہا کہ تمہارا برا ہو۔ تم ایک زیرک انسان ہو۔ عقل مند ہو۔ شاعر ہو۔ اچھے بُرے کی تمیز جانتے ہو۔ اس شخص کا کلام تو سننا چاہئے۔ اگر باتیں اچھی ہوں گی تو مان لینا۔ اگر بری ہوئیں تو ترک کر دینا۔ کہتے ہیں بہرحال مَیں وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی۔ گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے پیچھے چل پڑا۔ اور جب حضور گھر پہنچے تو مَیں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم نے مجھے آپ کے بارے میں یہ باتیں بتائی ہیں اور انہوں نے مجھے اس قدر اصرار سے ڈرایا ہے کہ مَیں نے ڈر کے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی ہے۔ کہیں آپ کی کوئی بات میرے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر نے مجھے کچھ باتیں سنوا دی ہیں اور مجھے وہ اچھی لگیں۔ اب مَیں آپ کی باتیں سننا چاہتا ہوں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بارے میں بتایا اور قرآنِ کریم سنایا۔ اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! مَیں نے اس سے خوبصورت کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ اور اس سے زیادہ درست بات نہ سنی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کلمہ پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی۔ باب قصۃ دوس والطفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ)

تو یہ ہمیشہ سے مخالفین کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔ جادو اگر ہوتا ہے تو مخالفین کی طرف سے ہوتا ہے۔ کبھی انبیاء کی طرف سے نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہی دلیل دی ہے کہ جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور اگر ان کے نزدیک یہ جادو کامیاب ہو رہا ہے تو پھر قرآنی دلیل کے مطابق یہ جادو نہیں بلکہ سچائی ہے جس کو ان کو بھی قبول کر لینا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 2؍مارچ 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ایڈیٹر کے نام خطوط

- مکرم ڈاکٹر نصیر احمد طاہر۔ یوکے سے لکھتے ہیں:

مورخہ 18، اگست کے روزنامہ الفضل میں 'احکام خداوندی' کی چوتھی قسط شائع ہوئی، گو پہلی بھی تین اقساط بھی خاص نظر سے گزری تھیں مگر پہلی سے اب تک، قلت وقت کے باعث تبصرہ نہیں کرسکا۔ پہلے تو ٹیم الفضل کا شکریہ کہ یہ 'احکام خداوندی' جو مضمون کی شکل میں اقساط میں شائع ہو رہی ہیں، اسے پڑھنے اور سمجھنے کا ایک اور موقع مل رہا ہے۔ مؤلف 'احکام خداوندی' مکرم حنیف احمد محمود کو اللہ تعالیٰ جزاء عطا کرے جنہوں نے ایک کتاب میں تمام قرآنی احکام اکٹھے کر دیے ہیں۔ اس کتاب سے ''الاسلام'' سے ڈاون لوڈ کر کے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ ہم سب کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

- مکرمہ عائشہ چوہدری۔ جرمنی سے لکھتی ہیں:

آج 18 اگست کے اخبار میں ICE cold watermelon therapy سے متعلق مضمون کافی informative ہے اور اس میں سے اکثر باتیں ایسی ہیں جو ہم لوگ اکثر اپنی روزمرہ زندگی میں استعمال بھی کرتے ہیں۔

مکرم مبارک طاہر تحریر کرتے ہیں:

آپ سے تعارف اور دوستی کو عرصہ دراز ہو چکا ہے ۔ خاکسار کچھ عرصہ سے گزارش کرنا چاہتا تھا کہ براہ کرم حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد پر بھی قلم اٹھائیں اور خاک میں ملنے کے طریق بیان کریں۔

؎ جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشناء

مجھے یقین ہے اس موضوع پر آپکا قلم اٹھانا بہت سے لوگوں کی رہنمائی کا باعث بنے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وفن میں بہت برکت دے اور مقبول خدمت کی سعادت عطا کرتا رہے آمین۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

اعلان نکاح

حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 14/اگست 2021ء بعد نماز عصر مسجد مبارک اسلام آباد یوکے میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔

*عزیزہ طوبیٰ رباب بنت مکرم عبدالحمید صاحب (مربی سلسلہ۔ گھانا)
ہمراہ عزیزم بلال احمد (واقفِ نو) ابن مکرم غلام مرتضیٰ صاحب (مربی سلسلہ۔ برونڈی)

*عزیزہ ماہم لطیف بنت مکرم لطیف احمد طاہر صاحب
ہمراہ عزیز معامر عبد الباری ابن مکرم عبد القدیر فیاض (چانڈیو) صاحب مرحوم

*عزیزہ نفیسہ بنت مکرم ساجد تنویر صاحب
ہمراہ عزیزم علی حمزہ ابن مکرم محمد یونس صاحب مرحوم

*عزیزہ مائدہ لئیق بنت مکرم لئیق احمد صاحب طارق (شہید) حال یوکے
ہمراہ عزیزم ادیب احمد ابن مکرم نعیم احمد طاہر صاحب (بولٹن۔ یوکے)

*عزیزہ تحسینہ عارف (واقفۂ نو) بنت مکرم محمد عارف صاحب (سابق مربی سلسلہ تنزانیہ)
ہمراہ عزیزم آفاق احمد (واقفِ زندگی) ابن مکرم آفتاب احمد صاحب (صدر جماعت تھارٹن ہیتھ۔ یوکے)

*عزیزہ وجیہہ رانا بنت مکرم محمد عامر صاحب (سلاؤ۔ یوکے)
ہمراہ عزیزم طاہر محمود (واقفِ نو) ابن مکرم طارق محمود صاحب (یوکے)

اللہ تعالیٰ یہ تمام نکاح مبارک کرے۔ ادارہ الفضل کی طرف سے مبارکباد قبول کریں۔

خصوصی نمبر برموقع 12 ربیع الاول

بعنوان۔ اسلامی اصطلاحات کا برمحل استعمال

ادارہ الفضل آن لائن 12 ربیع الاول کے موقع پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بعنوان" اسلامی اصطلاحات کا برمحل استعمال'' ایک خصوصی شمارہ کی اشاعت کی توفیق پا رہا ہے وباللہ التوفیق

تمام اہل علم وصاحب قلم حضرات و خواتین سے مختصر آرٹیکلز و مضامین ضبط تحریر میں لا کر info@alfazlonline.org پر مؤرخہ 30 اگست 2021ء تک بھجوانے کی درخواست ہے۔

صحابہ اور بزرگان سلسلہ کے اس بارے واقعات بھی بھجوائے جا سکتے ہیں۔ شعراء بھی اپنے کلام سے خصوصی نمبر کو مزین کر سکتے ہیں۔

کان اللہ معکم حیث ما کنتم

قارئین الفضل سے کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(ابو سعید۔ ایڈیٹر)

چھوٹی مگر سبق آموزبات

گناہ کا اظہار

بعض لوگ نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ کا اظہار توبہ پیدا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گناہ کا اظہار توبہ پیدا نہیں کرتا۔ گناہ کا اظہار بے حیائی پیدا کرتا ہے۔ گناہ بہر حال بُرا ہے مگر جو لوگ گناہ کرتے ہیں اور ان کے دل میں شرم و ندامت محسوس ہوتی ہے ان کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور تقویٰ ان کے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی نیک موقع ایسا آ جاتا ہے کہ تقویٰ غالب آ جاتا ہے اور گناہ بھاگ جاتا ہے۔ مگر جو لوگ اپنے گناہوں کو پھیلاتے اور ان پر فخر کرتے ہیں ان کے دل سے احساس گناہ مٹ جاتا ہے۔ اور جب احساس گناہ مٹ جائے تو پھر توبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ از دیباچہ تفسیرالقرآن صفحہ 262)

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

23اگست2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:42	18:45
مدینہ منورہ	04:38	18:49
قادیان	04:32	19:03
ربوہ	04:12	18:43
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:33	20:08

درخواستِ دعا

- مکرم ڈاکٹر نصیر احمد لکھتے ہیں:

مکرم مبارک احمد تنویر ۔ ملائشیا، عرصہ دراز سے دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں ۔ ڈاکٹرز نے اوپن ہارٹ سرجری کا مشورہ دیا۔ ابتدائی چیک اپ اور سرجری کی تیاری میں ان کو کووڈ 19- پازیٹو آیا ہے، اور وہ آئی سی یو میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرونا کے وبائی اثر ختم کرے اور کامیاب اوپن ہارٹ سرجری ہو۔ آمین ۔مبارک صاحب بہت نیک اور خوش الحان قاری ہیں، بہت سے گروپس میں قرآن مجید کی تلاوت اور دروس شیئر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اور تمام مریضوں کو معجزانہ صحت دے اور ان کا سایہ ان کے خاندانوں پر سلامت رہے آمین ثم آمین ۔

- مکرمہ فہمیدہ حامد اہلیہ مکرم محمد حامد رشید دعا کی درخواست کرتی ہیں:

کہ ان کے والد مکرم محمد ارشد کاتب ریٹائیرڈ کارکن دفتر نظارت اشاعت آج کل بوجہ برین سٹروک علیل ہیں نیز ان کے چھوٹے بھائی احسن صاحب جو جرمنی میں مقیم ہیں دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں اور دل میں سٹنٹ ڈلنا ہے۔

قارئین الفضل سے ان کے والد صاحب اور بھائی کی مکمل صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہر قسم کی پیچیدگی سے محفوظ رکھے اور شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

- مکرم آصف بلوچ ۔ برطانیہ اعلان بھجواتے ہیں کہ:

مکرم عبد الحئی خان مندرانی سابق صدر جماعت احمدیہ تونسہ شریف پچھلے کچھ عرصہ سے بعارضہ فالج بیمار ہیں کمزوری بھی بہت زیادہ ہے۔ آجکل ہسپتال میں زیر علاج ہیں، آپ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے چار صحابہ سے براہ راست قریبی رشتہ ہے۔ حضرت محمد مسعود خان مندرانی کے بیٹے، حضرت نور محمد خان مندرانی کے پوتے، حضرت ابو الحسن بزدار کے نواسے اور حضرت محمد عثمان خان مندرانی کے داماد ہیں جماعت احمدیہ تونسہ شریف اور بستی مندرانی کے اصحاب کے حوالے سے بہت سے تاریخی معلومات انہیں کے ذریعے سے ہم تک پہنچتی رہتی ہیں۔

اس بزرگ خادم سلسلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ہر قسم کی پیچیدگی سے محفوظ رکھتے ہوئے فعال عمر دراز سے نوازاے آمین۔

- مکرم مسعود احمد پاشا۔ ملائیشیا سے اعلان کرواتے ہیں:

کہ ان کی ہمشیرہ کو فالج کا اٹیک ہوا ہے۔ اور وہ مقامی ہسپتال میں داخل ہیں ان کی صحت و شفا کاملہ کے لئے احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔